طلاق وخلع کے مسائل: تفسیر ضیاء القرآن اور تسہیل البیان کی روشنی میں سورۃ البقرۃ کا اختصاصی مطالعہ

Issues of Divorce and Khula: A Juristic Study of Surah Al-Baqarah in the Light of *Tafseer Zia-ul-Qur'an* and *Tasheel-ul-Bayan*

Dr Souaad Muhammad Abbas
Assistant Professor, Department of Quran and Tafseer,
Faculty of Arabic & Islamic Studies AIOU, Islamabad

Sobia Ghaffar
MPhil Scholar, Department of Quran e Tafseer
(AIOU)Islamabad

Abstract

The Islamic Shariah considers the family system as the basic component of the human society and bases its decisions of marriage, divorce and khula on the concepts of balance, wisdom and justice. Surah Al-Baqarah verses which deal with divorce and khula are the pillars of the Islamic family law. These verses exhaustively detail the divorce process, number of pronouncements, waiting period (iddah) right of revocation (ruju) and rights and duties of spouses. Simultaneously, khula is shown as an outstanding but valid solution to guarantee against coercion, harm, and emotional distress of the marriage life.

The distinguished council of exegetes of Indian subcontinent, Pir Karam Shah Al- Azhari and Maulana Aslam Sheikhupuri occupies a very important place among those who have attempted to present the interpretation of the Quran with juristic perception, moderation and sensitivity to the needs of our times. Pir Karam Shah Al-Azhari, in his Tafseer Zia-ul-Qur, explicates the Quranic text mainly in the context of the Hanafi jurisprudence though pointing out the goals of Shariah and the rationale of the legislation. On the contrary, the Maulana Aslam Sheikhupuri in Tasheel-ul-Bayan clears up the juristic questions in a simple, clear and unambiguous way that they can be easily understood by more readers.

This paper gives a juristic comparison of the divorce and khula ruling of Surah Al-Baqarah as understood by the two exegetes. It looks into their juristic orientations, the methodological principles and the practical implications so as to establish some areas of commonalities and differences in their interpretations. The study also shows how these distinctions manifest an acceptable juristic diversity and highlights the flexibility and scope of the Islamic law.

Keywords: Islamic Jurisprudence, Fiqh, Divorce and Khula, Zia-ul-Qur'an, Tasheel-ul-Bayan

اسلامی شریعت نے خاندانی نظام کو انسانی معاشرے کی بنیادی اکائی قرار دیا ہے اور نکاح و طلاق سے متعلق احکام کو نہایت توازن، حکمت اور عدل پر مبنی بنایا ہے۔ سورۃ البقرہ میں طلاق اور خلع سے متعلق جو ہدایات وارد ہوئی ہیں، وہ اسلامی خاندانی قانون کی اساس کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان آیات میں نہ صرف طلاق کے طریقِ کار، عددِ طلاق، عدّت، رجوع اور حقوقِ زوجین کو واضح کیا گیا ہے بلکہ خلع کو بھی ایک استثنائی مگر جائز حل کے طور پر پیش کیا گیا ہے تاکہ ازدواجی زندگی کو جبر اور اذیت سے محفوظ رکھا جاسکے۔

برصغیر کے ممتاز مفسرین میں پیر کرم شاہ الازہریؒ اور مولانا اسلم شیخوپوریؒ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے قرآنِ مجید کی تفسیر کو فقہی بصیرت، اعتدال اور عصری تقاضوں کے ساتھ پیش کیا۔ پیر کرم شاہ الازہریؒ اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں نصوصِ قرآنیہ کو فقہِ حنفی کے تناظر میں بیان کرتے ہوئے مقاصدِ شریعت اور حکمتِ تشریع کو نمایاں کرتے ہیں، جبکہ مولانا اسلم شیخوپوریؒ اپنی تفسیر تسہیل البیان میں سادہ مگر مدلل انداز کے ساتھ فقہی مسائل کو عام فہم اسلوب میں واضح کرتے ہیں۔

یہ مقالہ سورۃ البقرہ میں مذکور طلاق اور خلع کے احکام کے حوالے سے ان دونوں مفسرین کے فقہی رجحانات، اصولی بنیادوں اور عملی نتائج کا تقابلی مطالعہ پیش کرتا ہے، تاکہ یہ واضح ہوسکے کہ نصِ قرآنی کی تعبیر میں ان کے ہاں کہاں اشتراک اور کہاں اختلاف پایا جاتا ہے، اور یہ اختلاف کس حد تک فقہی تنوع اور وسعتِ شریعت کا مظہر ہے۔

طلاق و خلع سے متعلق نکات

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ۖ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ۗ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَن يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا ۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ[1]﴾

"طلاق دوبارہ ہے پھر یا تو روک لینا ہے بھلائی کے ساتھ یا چھوڑ دینا ہے احسان کے ساتھ اور جائز نہیں تمہارے لیے کہ تم اس سے جو تم نے دیا ہے انہیں کچھ بھی بجز اس کے کہ دونوں اندیشہ ہو کہ قائم نہ رکھ سکیں گے اللہ کی حدود کو پھر اگر تو کوئی حرج نہیں ان پر کہ عورت کچھ فدیہ دیکر جان چھڑا لے، یہ حدیں اللہ کی سو ان سے آگے نہ بڑھو اور جو کوئی آگے بڑھتا ہے اللہ کی حدوں سے سو وہی لوگ ظالم ہیں"۔

﴿فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَن يَتَرَاجَعَا إِن ظَنَّا أَن يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ[2]﴾

"(دو بار طلاق دینے کے بعد) پھر اگر وہ طلاق دے اپنی بیوی کو تو حلال نہ ہوگی اس پر اس کے بعد یہاں تک کہ نکاح کرلے کسی اور خاوند کے ساتھ پس اگر وہ (دوسرا) طلاق دے اسے تو کوئی حرج نہیں ان دونوں پر کہ رجوع کرلیں بشرطیکہ انہیں خیال ہو کہ وہ قائم رکھ سکیں گے اللہ کی حدوں کو اور یہ حدیں اللہ کی وہ بیان فرماتا ہے انہیں اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں"۔

(الف) پیر کرم شاہؒ ان آیات سے طلاق اور خلع کے درج ذیل مسائل اخذ کرتے ہیں۔

طلاق کے بعد عدت کا حکم:

اس کی تفسیر میں شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ عرب میں اسلام سے پہلے یہ رواج تھا کہ مرد اپنی بیوی کو متعدد بار طلاق دے سکتا تھا، اور اس کے لیے کوئی تعداد کی حد مقرر نہ تھی۔ مرد جتنی بار چاہتا، بیوی کو طلاق دیتا اور پھر عدت پوری ہونے سے پہلے رجوع کرلیتا۔ اس طرح وہ اپنی بیوی کو ہمیشہ کے لیے پابند بنالیتا تھا، بغیر کسی حقیقی آزادی یا حقوق کے۔

مشہور مفسر امام ابن جریر طبریؒ نے بھی اس بات کو ذکر کیا ہے کہ مردوں کو اس بات کی کوئی روک ٹوک نہیں تھی کہ وہ کتنی بار طلاق دیں اور پھر رجوع کریں۔ ایک واقعہ میں ایک انصاری نے اپنی بیوی کو دھمکی دی کہ: "نہ تو میں تمہارے قریب آؤں گا، اور نہ تم مجھ سے آزاد ہو سکو گی۔"[3]

اس کی بیوی نے حیرانی سے پوچھا کہ وہ ایسا کیسے کرے گا؟ تو اس نے کہا کہ وہ اسے بار بار طلاق دیتا رہے گا اور ہر بار عدت پوری ہونے سے پہلے رجوع کرلے گا۔ اس طریقے سے وہ اسے مستقل طور پر معلق حالت میں رکھنا چاہتا تھا۔

یہ طریقہ مرد کی جانب سے بیوی کے ساتھ ظلم اور ناانصافی کا سبب بنتا تھا، کیونکہ عورت کو نہ تو حقیقی آزادی ملتی تھی اور نہ ہی وہ اپنے حقوق حاصل کرپاتی تھی۔ اسلام نے اس ظلم کا خاتمہ کیا اور طلاق کے احکام میں عدل و انصاف اور عورتوں کے حقوق کا تحفظ یقینی بنایا، جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیات میں بیان کیا گیا ہے۔

وہ اپنے تاریک مستقبل کا تصور کرکے لرز اٹھی اور دل گرفتہ حالت میں شکوہ کرتی ہوئی بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئی، اپنی مظلومیت کی داستان پیش کی۔ اس لمحے اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ پر وہ آیت نازل فرمائی جس نے عورت کی زندگی میں آنے والے اکثر مصائب کا خاتمہ کردیا۔ اس آیت کے ذریعے خاوند کے حق طلاق کو تین مرتبہ تک محدود کردیا گیا۔ اب مرد کو ایک بار طلاق دینے کے بعد، اور پھر دوسری بار طلاق دینے کے بعد، بیوی سے رجوع کا حق حاصل تھا، لیکن اگر اس نے تیسری بار بھی طلاق دے دی تو اس کا بیوی سے تمام تعلق ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔ اب اسے رجوع کرنے کا کوئی حق نہیں ہوگا۔

طلاق دینے کا شرعی قاعدہ:

اگر شوہر اور بیوی کے درمیان مصالحت کی کوئی صورت باقی نہ رہے اور علیحدگی ناگزیر ہو جائے، تو طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو جب وہ حیض سے پاک ہو اور ان کے درمیان کوئی جسمانی تعلق نہ ہوا ہو، ایک

طلاق دے۔ پھر دوسرے مہینے جب بیوی حیض سے فارغ ہو اور صحبت نہ ہوئی ہو، تو دوسری طلاق دے سکتا ہے۔ ان دو طلاقوں کے بعد شوہر کو بیوی سے رجوع کا حق حاصل رہتا ہے۔ لیکن اگر تیسرے مہینے جب بیوی حیض سے فارغ ہو اور ابھی تک ان کے درمیان جسمانی تعلق نہ ہوا ہو، تو تیسری طلاق دے دے، تو نکاح کا رشتہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتا ہے۔ اب مرد کو اس عورت سے رجوع کا کوئی حق نہیں۔

اسلام کا قانون طلاق:

یہ اسلام کا قانون طلاق ہے، جس کا موازنہ عربوں کے جاہلانہ طریقے سے کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ پہلے مرد جب چاہتا، طلاق دیتا رہتا اور عورت کو معلق حالت میں رکھتا۔ دوسری طرف یہودی اور عیسائی قوانین میں ایک بار نکاح کا رشتہ قائم ہو جائے تو حالات چاہے کتنے ہی خراب کیوں نہ ہو جائیں، طلاق کا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ اسلامی شریعت کا یہ اعتدال اور میانہ روی اس کے قوانین کو ممتاز بناتی ہے۔ دنیا کا کوئی قدیم یا جدید قانون اس حکمت اور عدل کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کاش کہ ہم اس حکمت کو سمجھتے اور اس کے مطابق عمل کرتے۔

اسلام میں طلاق کا حق مرد کو دیا گیا:

شریعت مطہرہ نے طلاق کا حق مرد کو اس لیے دیا کہ فطرتاً مرد عورت کی نسبت زیادہ مدبر، دوراندیش اور جذبات پر قابو رکھنے والا ہوتا ہے۔ ازدواجی زندگی کی زیادہ تر ذمہ داریاں بھی مرد پر ہی ہوتی ہیں، اس لیے اسے اس معاملے میں فیصلہ کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس حق کو استعمال کرنے کا ایک حکیمانہ طریقہ بھی سکھایا گیا۔ اس آیت میں مرد کو یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ جو چیزیں اس نے اپنی بیوی کو بطور تحفہ یا ہدیہ دی تھیں، وہ واپس نہ لے، بلکہ حسن سلوک کے ساتھ اسے رخصت کرے۔ "تشریح باحسان" کے الفاظ بتاتے ہیں کہ اس افسوسناک موقع پر مرد کو چاہیے کہ وہ عورت کے ساتھ مزید حسن سلوک کرے تاکہ اس کی دلجوئی ہو سکے اور اس کا دل دکھ سے کچھ مطمئن ہو جائے۔[4]

خلع کی ضرورت اور اس کا شرعی پس منظر

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو ازدواجی زندگی میں پیدا ہونے والے مسائل کا نہایت حکمت سے حل پیش کرتا ہے۔ اگر ازدواجی تعلقات اس قدر بگڑ جائیں کہ شوہر بیوی پر ظلم کرتا ہو یا بیوی کو شوہر سے اس قدر نفرت ہو جائے کہ صلح کی کوئی صورت باقی نہ رہے، تو ایسی صورت میں دونوں کا اکٹھے رہنا فتنہ و فساد کا سبب بن سکتا ہے۔ ایسی کیفیت میں قرآن مجید نے خلع کی راہ مہیا کی ہے، جس کے مطابق عورت عدالت یا حاکم وقت کے سامنے اپنے نکاح سے آزادی کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

خلع کا طریقہ کار اور فقہی تشریح:

جب عورت خلع کا مطالبہ کرتی ہے تو حاکم وقت سب سے پہلے فریقین میں مصالحت کی کوشش کرتا ہے۔ اگر مصالحت ممکن نہ ہو تو جو کچھ شوہر نے مہر میں دیا ہو، وہ بیوی سے واپس لے کر ان کے درمیان تفریق کر دی جاتی ہے۔ فقہائے کرام کے مطابق خلع کا حکم طلاقِ بائن کا ہوتا ہے، یعنی اس کے بعد رجوع کی کوئی گنجائش نہیں رہتی، البتہ نیا نکاح ممکن ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں "فدیہ" کے لفظ سے خلع کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جس کا مطلب ہے کہ عورت کچھ دے کر آزادی حاصل کرتی ہے۔

خلع میں مال واپس لینے کا اصول:

خلع کے موقع پر شوہر کو مہر واپس لینے کا حق دیا گیا ہے، لیکن فقہائے احناف نے اس کی کچھ شرائط بیان کی ہیں۔ اگر خلع کی وجہ شوہر کا ظلم ہو تو شوہر کے لیے بیوی سے کچھ لینا مناسب نہیں، جبکہ اگر عورت کی طرف سے زیادتی ہو تو شوہر مہر کی رقم یا اس کے برابر مال لے سکتا ہے۔ بعض علماء نے اس سے زیادہ لینے کو بھی جائز قرار دیا ہے، تاہم اسے مکروہ سمجھا گیا ہے۔ اس سے شریعت کی اعتدال پسندی اور انصاف کا پہلو واضح ہوتا ہے۔

خلع کی عدت اور عملی مثال

خلع کی عدت فقہی اعتبار سے تین حیض ہے، جیسا کہ عام طلاق میں ہوتا ہے۔ خلع کی ایک واضح مثال حدیث سے ملتی ہے کہ جمیلہ بنت عبداللہ نے حضرت ثابت بن قیس سے خلع کا مطالبہ کیا۔ ان کے درمیان کسی بڑے جھگڑے کے بجائے صرف ناپسندیدگی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جمیلہ سے ان کا مہر (باغ) واپس لے کر ان کے درمیان جدائی کرا دی۔ یہ واقعہ خلع کے شرعی جواز کی مضبوط دلیل ہے۔

تین طلاق اور رجوع کا حکم:

اگر کوئی شوہر بیوی کو تین طلاقیں دے دیتا ہے تو قرآن کے مطابق وہ عورت اس وقت تک پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہو سکتی جب تک وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے، اور ہمبستری کے بعد وہ شوہر اپنی مرضی سے طلاق نہ دے دے۔ اس میں کسی قسم کی نیت سے نکاح کرنا، جیسے حلالہ، شرعاً حرام اور ناجائز ہے۔ اس عمل کو "حلالہ" کہا جاتا ہے۔

حلالہ کی مذمت اور تنبیہ:

نبی کریم ﷺ نے حلالہ کرنے اور کروانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے:

"لعن الله المحلل والمحلل له"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق اور نکاح جیسے مقدس رشتوں کو کھیل نہ بنایا جائے۔ اسلام ازدواجی رشتے کو محبت، رحمت اور بقا کا ذریعہ بناتا ہے، نہ کہ ظلم، انتقام یا مذاق کا۔ قرآن واضح انداز میں تاکید کرتا ہے کہ نکاح صرف سکون اور بقاء کے لیے ہونا چاہیے، نہ کہ اذیت دینے یا ستانے کے لیے۔[5]

(ب)مولانا اسلم شیخوپوریؒ ان آیات سے طلاق اور خلع سے متعلق درج ذیل مسائل اخذ کرتے ہیں:

طلاق اور خلع

اسلام نے زندگی کے تمام پہلوؤں میں اعتدال اور حکمت کا درس دیا ہے، جس میں نکاح و طلاق جیسے معاملات بھی شامل ہیں۔ طلاق کے حوالے سے قرآن کریم نے ایک واضح نظام متعین کیا تاکہ ناانصافی اور زیادتی کو روکا جا سکے۔ سورۃ البقرۃ کی ان دو آیات میں طلاق کے تین اہم مسائل یعنی طلاق رجعی، خلع اور حلالہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

طلاق احسن اور طلاق سنت:

جب طلاق کے سوا کوئی چارہ نہ ہو، تو بہترین طریقہ یہ ہے کہ عورت کو ایسے طہر میں ایک طلاق دی جائے جس میں مباشرت نہ کی گئی ہو۔ اسے طلاقِ احسن یا طلاقِ سنت کہا جاتا ہے۔ اس طریقے میں عدت مکمل ہونے کے بعد نکاح کا رشتہ ختم ہو جاتا ہے اور اگر زوجین دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو حلالہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

طلاق کی تدریجی صورت: ہر ایسے طہر میں ایک طلاق دی جائے جس میں مباشرت نہ ہوئی ہو۔

اس طرح تین طہر میں تین طلاقیں مکمل ہو جائیں گی۔

طلاق بدعی:

تینوں طلاقیں بیک وقت دے دینا طلاقِ بدعی کہلاتا ہے۔

یہ طریقہ شریعت میں حرام ہے، لیکن اگر ایسا کیا جائے تو تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔[6]

طلاق رجعی کا مسئلہ:

اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں طلاق کا کوئی شمار مقرر نہیں تھا۔ شوہر بار بار اپنی بیوی کو طلاق دیتا اور پھر رجوع کر لیتا، جس سے خواتین کی زندگی اجیرن ہو جاتی تھی۔ اسلام نے اس بے جا آزادی کو ختم کرتے ہوئے طلاق کی تعداد کو تین پر محدود کر دیا۔

اس آیت کے مطابق شوہر کو صرف دو طلاقوں تک رجوع کا حق حاصل ہے، یعنی اگر وہ دو مرتبہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو عدت کے دوران یا ختم ہونے سے پہلے نیک نیتی کے ساتھ رجوع کر سکتا ہے۔ تاہم، اگر وہ تیسری

طلاق دے دے تو رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے، اور بیوی اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرے۔۲۲۹

خلع کا مسئلہ:

اگر میاں بیوی محسوس کریں کہ ان کے درمیان نباہ ممکن نہیں رہا اور فطری ناچاقی یا طبیعتوں کی عدم موافقت کی وجہ سے بیوی خود طلاق کا مطالبہ کرے، تو ایسی صورت میں بیوی کو اجازت ہے کہ وہ اپنی آزادی کے بدلے شوہر کو کچھ مالی معاوضہ یا فدیہ پیش کرے۔ شوہر کے لیے اس معاوضے کو قبول کرنا جائز قرار دیا گیا ہے۔ شریعت میں اسے خلع کہا جاتا ہے۔ خلع کے لیے ایک اہم شرط یہ ہے کہ یہ یکطرفہ فیصلہ نہ ہو بلکہ میاں بیوی دونوں کی رضامندی سے طے پائے۔ یہ معاہدہ باہمی اتفاق پر مبنی ہوتا ہے، اور کسی فریق پر زبردستی نہیں کی جا سکتی۔

مزید برآں، جمہور علماء کے مطابق خلع طلاق بائن کے حکم میں آتا ہے، یعنی خلع کے بعد نکاح ختم ہو جاتا ہے اور رجوع کے لیے دونوں کو نیا نکاح کرنا پڑتا ہے۔ خلع کو طلاق کے ایک منصفانہ طریقے کے طور پر بیان کیا گیا ہے، جو فریقین کو عزت و احترام کے ساتھ علیحدگی کا راستہ فراہم کرتا ہے۔

خلع کا اصول:

اگر شوہر حقوق زوجیت ادا نہ کرے یا ظلم و تشدد کرے، تو بیوی عدالت کے ذریعے خلع لے سکتی ہے۔ خلع کے لیے شوہر اور بیوی دونوں کی رضامندی ضروری ہے، تاہم اگر شوہر کی زیادتی ثابت ہو جائے تو عدالت نکاح فسخ کر سکتی ہے۔ کسی معقول وجہ کے بغیر خلع طلب کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ فِي غَيْرِ مَا بَأْسٍ، فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ"[7]

"آپ ﷺ نے فرمایا: جو عورت بغیر کسی عذر کے خلع طلب کرے، اس پر جنت کی خوشبو حرام ہو جاتی ہے"۔

خلع کا حکم: خلع کے ذریعے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ طلاق یا علیحدگی کی صورت میں شوہر کے لیے دی ہوئی اشیاء واپس لینا جائز نہیں۔

تیسری طلاق کے بعد نکاح کا حکم (حلالہ):

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے چکا ہو اور بعد میں دوبارہ اسی عورت سے نکاح کرنا چاہے، تو شریعت نے اس کے لیے ایک خاص اصول وضع کیا ہے۔ یہ نکاح صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے، ان کے درمیان مباشرت ہو، اور پھر کسی وجہ سے ان دونوں کا نباہ نہ ہو سکے اور دوسرا

شوہر اسے طلاق دے دے۔ اس کے بعد وہ عورت اپنے پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔ اس عمل کو شریعت کی اصطلاح میں حلالہ کہا جاتا ہے۔ تاہم، اگر عورت کا نکاح اس نیت یا شرط پر کرایا جائے کہ دوسرا شوہر مباشرت کے بعد اسے طلاق دے دے گا، تو یہ شرط شریعت میں ناجائز اور باطل ہے۔

حلالہ کے شرائط:

- صرف نکاح سے حلالہ نہیں ہوتا بلکہ دوسرے شوہر کا ہمبستری کرنا بھی ضروری ہے۔[8]
- مخصوص مدت یا شرط کے تحت نکاح کرنا اور حلالہ کی نیت سے نکاح کرانا ملعون عمل ہے۔
- تاہم، اگر دوسرا شوہر صحبت کے بعد طلاق دے دے تو عدت کے بعد عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی۔[9]

حدیث مبارکہ میں آیا ہے: "اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے، دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔"[10]

اسلام نے طلاق کے احکامات میں اعتدال اور شریعت کے اصولوں کو مد نظر رکھا ہے۔ طلاق رجعی کے ذریعے شوہر اور بیوی کو موقع دیا گیا کہ وہ اپنی غلطیوں پر غور کریں اور ازدواجی زندگی کو دوبارہ بحال کریں۔ خلع کا حق عورت کو دیا گیا تاکہ وہ اپنے حقوق کا تحفظ کر سکے، اور حلالہ کے ذریعے تیسری طلاق کے بعد نکاح کو ایک سنجیدہ عمل بنایا گیا۔ یہ تمام احکامات زندگی کے ایک اہم پہلو میں توازن پیدا کرتے ہیں اور معاشرتی بگاڑ سے بچنے کا ذریعہ ہیں۔[11]

تجزیاتی و تقابلی مطالعہ:

پیر کرم شاہ الازہریؒ اور اسلم شیخوپوریؒ دونوں نے سورۃ البقرہ کی آیات کی روشنی میں خلع، طلاق رجعی، طلاق بائن، عدت اور حلالہ جیسے اہم عائلی مسائل پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ پیر کرم شاہ الازہریؒ نے ان احکام کو فقہی تفصیل اور امت کے اتفاقِ رائے کے ساتھ بیان کیا ہے، جبکہ اسلم شیخوپوریؒ نے اصلاحی اور عام فہم انداز میں قرآنی ہدایات کو واضح کیا ہے۔ تاہم، بیان کا اسلوب مختلف ہے۔ پیر صاحب فقہی دلائل اور روایات کے ساتھ مسئلہ بیان کرتے ہیں، جبکہ اسلم شیخوپوریؒ قرآن و سنت کی اصل روح کو معاشرتی اصلاح کے تناظر میں پیش کرتے ہیں۔ دونوں مفسرین کی آراء باہم متفق بھی ہیں اور ایک دوسرے کو تکمیل بخشتی ہیں، جس سے عائلی مسائل کا جامع فہم حاصل ہوتا ہے۔

مباشرت سے پہلے طلاق کا حکم

﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ
وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا

عَلَى الْمُحْسِنِينَ ﴾[12]﴿وَإِن طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَن يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَأَن تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا تَنسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ[13]﴾

"کوئی حرج نہیں تم پر اگر تم طلاق دے دوان عورتوں کو جن کو تم نے چھوا بھی نہیں اور نہیں مقرر کیا تم نے ان کا مہر اور خرچہ دوانہیں مقدور والے پر اس کی حیثیت کے مطابق اور تنگدست پر اس کی حیثیت کے مطابق یہ خرچہ مناسب طریقہ پر ہونا چاہیے، یہ فرض ہے نیکو کاروں پر۔ اور اگر تم طلاق دے دوانہیں اس سے پہلے کہ انہیں ہاتھ لگاؤ اور مقرر کر چکے تھے ان کے لئے مہر تو نصف مہر (ادا) کرو جو تم نے مقرر کیا ہے مگر یہ کہ وہ (اپنا حق) معاف کر دیں یا معاف کر دے وہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ اور (اے مردو) اگر تم معاف کر دو تو یہ بہت قریب ہے تقویٰ سے اور نہ بھلایا کرو احسان کو آپس (کے لین دین) میں، بیشک اللہ تعالی جو کچھ تم کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہے"۔

(الف) پیر کرم شاہ الازہریؒ

غیر مہر مقرر نکاح اور طلاق کے احکام:

اسلام نے نکاح اور طلاق کے تمام معاملات کو نہایت حکمت اور انصاف کے ساتھ متعین کیا ہے تاکہ کسی بھی فریق کے ساتھ ناانصافی نہ ہو۔ انہی اصولوں میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کسی عورت کا نکاح تو ہو جائے لیکن مہر کی مقدار مقرر نہ کی گئی ہو، اور شوہر نے نہ تو اس کے ساتھ کوئی جسمانی تعلق قائم کیا ہو اور نہ ہی خلوت اختیار کی ہو، تو ایسی صورت میں طلاق دینے پر شوہر پر کوئی گناہ نہیں ہو گا۔

عورت کی دلجوئی کے لیے نان ونفقہ:

البتہ، شریعت نے اس بات کی تاکید کی ہے کہ ایسی عورت کو کچھ نہ کچھ ضرور دیا جائے تاکہ اس کی دلجوئی ہو سکے اور اسے احساس نہ ہو کہ نکاح کے بعد بغیر کسی حق کے محروم کر دیا گیا ہے۔ فقہا نے اس کے لیے کم از کم تین جوڑوں کا اہتمام مراد لیا ہے تاکہ عورت کو کسی قسم کی مالی یا جذباتی تکلیف نہ ہو۔

نکاح شدہ مگر غیر مدخولہ عورت کی طلاق اور مہر کا حکم:

اگر کسی عورت کا نکاح ہو چکا ہو اور مہر کی مقدار بھی مقرر کر دی گئی ہو، لیکن شوہر نے اس سے جسمانی تعلق قائم نہ کیا ہو اور نہ ہی خلوتِ صحیحہ ہوئی ہو، اور ایسی حالت میں اسے طلاق دے دی جائے، تو شریعت کے مطابق شوہر پر لازم ہے کہ وہ طے شدہ مہر کا نصف حصہ اپنی بیوی کو ادا کرے۔ البتہ، اگر عورت اپنی خوشی سے یہ نصف مہر معاف

کر دے تو اسے ایسا کرنے کا اختیار حاصل ہے، اور اسی طرح اگر شوہر اخلاقی بلندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پورا مہر ادا کرنا چاہے تو وہ بھی جائز ہے۔

نکاح کا اختیار اور سخاوت کی تلقین:

قرآن میں مذکور الفاظ "الذي بيده عقدة النكاح" سے مراد شوہر ہے، کیونکہ نکاح کے رشتے کو قائم رکھنے یا ختم کرنے کا بنیادی اختیار اسی کو دیا گیا ہے۔ اسی طرح، "أن تعضوا" کے ذریعے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ شوہر کو تنگ دلی سے کام نہیں لینا چاہیے، بلکہ اسے کشادہ دلی اور سخاوت سے کام لینا چاہیے۔ اسلام مرد کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرے اور جب طلاق جیسے ناپسندیدہ معاملے کی نوبت آئے تو بھی عدل و احسان کو پیش نظر رکھے۔[14]

(ب) مولانا اسلم شیخوپوریؒ

مولانا اسلم شیخوپوریؒ ان آیات سے مسائل اخذ کرتے ہیں، طلاق کے مختلف احکام، عورت کی حالت اور مہر کی تعیین کے اعتبار سے مختلف ہیں، جنہیں درج ذیل انداز میں بیان کیا جا سکتا ہے:

1. **دخول اور صحبت سے پہلے طلاق:** اگر نکاح کے وقت مہر معین نہیں کیا گیا تھا، تو شوہر پر مہر واجب نہیں ہو گا۔

تاہم، شوہر پر لازم ہے کہ اپنی مالی حیثیت کے مطابق متعہ (عطیہ یا تحفہ) دے۔[15]

اگر مہر نکاح کے وقت معین کیا گیا تھا، تو طلاق کی صورت میں شوہر پر مقررہ مہر کا نصف حصہ ادا کرنا واجب ہو گا۔

2. **صحبت کے بعد طلاق:** صحبت یا مباشرت کے بعد طلاق کی صورت میں دو ممکنہ حالتیں ہیں:

(الف) مہر معین ہو: اگر مہر پہلے سے معین تھا، تو عورت کو طلاق کی صورت میں پورے مہر کا حق حاصل ہو گا۔

(ب) مہر معین نہ ہو: اگر مہر کی تعیین نہیں کی گئی تھی، تو عورت کو مہرِ مثل دیا جائے گا۔

3. مہر کی تعیین اور دخول سے پہلے وفات:

اگر عورت کا انتقال مہر کی تعیین اور صحبت سے پہلے ہو جائے، تو وہ دو حقوق کی حقدار ہو گی: (۱) مہر، (۲). وراثت[16]

4. احناف کا موقف: خلوتِ صحیحہ کا حکم:

احناف کے نزدیک خلوتِ صحیحہ (ایسی تنہائی جس میں صحبت ممکن ہو) کا وہی حکم ہے جو صحبت اور مباشرت کا ہے۔

5. **اخلاقی ہدایت:** طلاق کے وقت فریقین کو آپس میں حسنِ سلوک، فضل، اور احسان کا رویہ اپنانا چاہیے تاکہ طلاق کا عمل دو افراد یا خاندانوں کے درمیان مستقل عداوت کا سبب نہ بنے۔[17]

تجزیاتی و تقابلی مطالعہ:

مہر اور مباشرت سے قبل طلاق کے مسئلے پر دونوں مفسرین کا انداز فکر اور ترجیحات کا زاویہ مختلف ہے۔ پیر کرم شاہ الازہریؒ نے ان کی تفسیر میں شوہر کی سخاوت، حسنِ سلوک، اور عورت کے جذباتی تحفظ پر زور دیا گیا ہے۔ وہ اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ عورت کو بغیر حق دیے رخصت کرنا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے، لہٰذا شوہر کو لازم ہے کہ وہ عورت کی دلجوئی کے لیے مناسب متعہ دے۔

دوسری طرف، مولانا اسلم شیخوپوریؒ نے فقہی تفصیلات پر بھرپور توجہ دی ہے۔ ان کی تفسیر میں مہر کی اقسام، مختلف حالات میں مہر کی ادائیگی، اور خلوتِ صحیحہ کے احکام کی وضاحت موجود ہے۔ وہ نکاح، طلاق، اور مہر سے متعلق ہر ممکنہ صورت حال کو واضح کرتے ہیں، جیسے کہ مہر معین ہونے یا نہ ہونے کی صورت میں واجب الادا رقم کی نوعیت، اور احناف کا موقف۔ دونوں مفسرین اسلامی شریعت کے اصولوں پر متفق ہیں کہ عورت کے مالی و جذباتی حقوق کا تحفظ لازم ہے، تاہم پیر کرم شاہؒ کا انداز زیادہ تر وعظی، نرم اور اصلاحی ہے، جبکہ اسلم شیخوپوریؒ کی تفسیر زیادہ فقہی، قانونی اور صراحت سے بھرپور ہے۔

عورتوں کو معلق رکھنے کی ممانعت:

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ اَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ۚ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَل ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ...... وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾[18]

"اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو پھر وہ اپنی عدت گذرنے کے قریب پہنچ جائیں تو تم یا تو قاعدہ کے موافق رجوع کر کے انہیں اپنے نکاح میں رہنے دو یا قاعدہ کے موافق انہیں رخصت دے دو لیکن انہیں تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت رو کو.........اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔"

﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ اِنْ يَنكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ ۗ ذٰلِكَ يُوعَظُ بِه مَنْ كَانَ مِنكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾[19]

"اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی عدت پوری کر چکیں تو انہیں اپنے ہونے والے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو جبکہ وہ قاعدہ کے موافق آپس میں رضامند ہو جائیں یہ نصیحت تم میں سے اس شخص کو کی جاتی ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو،

اس نصیحت کا قبول کرنا تمہارے لیے زیادہ صفائی اور زیادہ پاکیزگی کا طریقہ ہے، اللہ جانتا ہے
اور تم نہیں جانتے۔"

(الف) پیر کرم شاہ الازہریؒ

طلاق اور رجوع:

اسلامی تعلیمات میں طلاق کو ایک قانونی و اخلاقی عمل کے طور پر بیان کیا گیا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت، حکمت اور عدل جھلکتا ہے۔ جب تک شوہر نے طلاقِ مغلظ (یعنی تین طلاقیں) نہ دی ہوں، اس کے لیے رجوع کا دروازہ کھلا ہے۔ اس موقع پر قرآن مرد کو تلقین کرتا ہے کہ اگر رجوع کرے تو حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کے ساتھ بیوی کو واپس لے۔ اور اگر علیحدگی ہی مقصود ہو تو احسان اور نرمی کے ساتھ رخصت کرے۔ عورت کو تکلیف دینا، نقصان پہنچانا یا تنگ کرنا ہرگز مقصود نہیں ہونا چاہیے۔

عدت کے بعد نکاح اور ولی کی مداخلت:

جب مطلقہ عورت اپنی عدت پوری کر چکے اور کسی مرد سے نکاح کرنا چاہے، چاہے وہ سابق شوہر ہو یا کوئی اور، تو ولی کو حق نہیں کہ وہ اسے روکے۔ قرآن نے واضح ہدایت دی ہے کہ عدت کے بعد جب نکاح جائز ہو جائے تو کسی کو اس میں رکاوٹ ڈالنے کا اختیار نہیں۔ پہلا شوہر بھی صرف اس لیے نکاح کی راہ میں حائل نہ ہو کہ وہ پہلے کا شوہر تھا۔ عورت کو نکاح کا اختیار دینا اس کی عزت و خود مختاری کا اعتراف ہے جو اسلام نے عطا کیا ہے۔[20]

(ب) مولانا اسلم شیخوپوریؒ

رجعی طلاق کے بعد شوہر کے اختیارات اور شرعی ہدایات:

جب شوہر نے رجعی طلاق دی ہو اور عدت کے اختتام کے قریب ہو، تو اس کے پاس درج ذیل دو اختیارات ہوتے ہیں:

1. **رجوع کرنا:** نکاح کے رشتے کو ٹوٹنے سے بچانے کے لیے رجوع کرے۔
2. **چھوڑ دینا:** حسن و احسان کے ساتھ عورت کو آزاد کر دے۔

رجوع کے لیے شرعی اصول:

- رجوع کی صورت میں دو معتبر مسلمان گواہوں کو شامل کرنا ضروری ہے۔
- رجوع کا مقصد عورت کو تکلیف دینا یا پریشان کرنا ہرگز نہ ہو۔

چھوڑنے کے لیے شرعی ہدایات:

1. **ایام عدت میں رہائش:** عورت کو عدت کے دوران شوہر کے گھر ہی میں رہنے دیا جائے۔

2. **اخراجات کا انتظام:** عدت کے دوران عورت کے تمام ضروری اخراجات شوہر برداشت کرے۔

3. **مہر کی ادائیگی:** اگر مہر ابھی تک ادا نہیں کیا تو اسے مکمل ادا کرنا لازم ہے۔

4. **ہدیہ دینا:** رخصتی کے وقت استطاعت کے مطابق نقد رقم یا کپڑوں وغیرہ کی صورت میں ہدیہ دینا چاہیے۔

تاریخی پس منظر: حضرت ابو الدرداءؓ کی روایت کے مطابق زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ طلاق یا غلام کو آزاد کر کے کہتے تھے کہ وہ مذاق میں کہہ رہے تھے۔ اس رویے کی مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی۔[21]

حضرت معقل بن یسارؓ کا واقعہ:

صحیح بخاری، سنن ابو داؤد، اور جامع ترمذی میں حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے:

انہوں نے اپنی بہن کا نکاح ایک شخص سے کیا، لیکن اس نے طلاق دے دی۔ عدت پوری ہونے کے بعد شوہر اور بہن دونوں دوبارہ نکاح کے خواہش مند ہوئے۔ شوہر نے پیغام بھیجا، لیکن حضرت معقل کو غصہ آیا اور کہا:

"بدبخت! میں نے عزت افزائی کرتے ہوئے اپنی بہن کو تیرے نکاح میں دیا، اور تو نے اسے طلاق دے دی۔ اب یہ نکاح کبھی نہیں ہو گا"

اس پر یہ آیت نازل ہوئی: "جب وہ قاعدے کے مطابق آپس میں رضامند ہو جائیں"۔[22]

حضرت معقلؓ نے فوراً کہا: "سمعا لربی و طاعة[23]" "میں نے اپنے رب کا حکم سن لیا اور اطاعت کروں گا"

پھر انہوں نے اس شخص کو بلایا اور بہن کا اس کے ساتھ نکاح کر دیا۔

عدت کے بعد عورت کا اختیار:

عدت پوری ہونے کے بعد عورت آزاد ہوتی ہے اور اپنی مرضی سے نکاح کرنے کا حق رکھتی ہے، بشرطیکہ نکاح شرعی اصولوں کے مطابق ہو۔

نکاح عفت و عصمت کا ذریعہ: نکاح عورت کو تحفظ دیتا ہے اور اس کی عصمت کو محفوظ رکھتا ہے۔

نکاح سے روکنے کے نقصانات: اگر عورت کو نکاح ثانی سے روکا جائے، تو وہ جذبات کی تسکین کے لیے غلط راستے اختیار کر سکتی ہے۔

جبر اور ناچاہے رشتے خانگی مسائل اور معاشرتی بگاڑ کا باعث بن سکتے ہیں۔[24]

طلاق کے بعد کی ہدایات

عورت کو رخصت کرنا: اگر عورت کو چھوڑنے کا ارادہ ہو تو اسے نقد رقم یا کپڑوں کی صورت میں ہدیہ دے کر رخصت کیا جائے۔

رجوع کی نیت: طلاق کے بعد صرف عورت کو اذیت دینے کے لیے رجوع کرنا حرام ہے۔

احکام کا احترام: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

ثلاث جدّ هنَ جدٌو هزلهنَ جدّ النكاح و الطلاق و الرجعة[25]

"تین چیزیں سنجیدگی یا مذاق میں بھی حقیقت رکھتی ہیں اور اگر مذاق سے بھی کیا جائے تو حقیقت میں بھی ہوتی ہے۔یعنی نکاح، طلاق اور رجوع"۔

اللہ کی نعمتوں کا شکر: اللہ کی تمام نعمتوں، خصوصاً ایمان کی نعمت، کو یاد رکھنا چاہیے تاکہ شکر کی توفیق نصیب ہو۔ اللہ کا خوف علانیہ اور خفیہ دونوں حالتوں میں دل میں رکھنا ضروری ہے۔[26]

عورت کے نکاح کے حقوق:

- اگر مطلقہ عورت شرعی اصولوں کے مطابق نکاح ثانی کرنا چاہتی ہو تو کسی کو رکاوٹ ڈالنے کا حق نہیں۔
- بالغہ عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے اور اس کی مرضی کے بغیر ولی جبر نہیں کر سکتا۔[27]

شریعت کا حسن:

شریعت کے ہر حکم میں پاکیزگی، شائستگی، اور حکمت پوشیدہ ہے۔انسان کی عقل ناقص ہونے کی وجہ سے ان مصلحتوں کو سمجھنے سے قاصر رہتی ہے۔

حقیقی ایمان کی نشانی:

حقیقی مومن وہی ہیں جو آیات اور احادیث سے نصیحت قبول کرتے ہیں۔ جو ایسا نہیں کرتے، وہ صرف زبانی مؤمن ہیں، حقیقی نہیں۔[28]

تجزیاتی و تقابلی مطالعہ:

پیر کرم شاہ الازہریؒ کی تفسیر میں طلاق کے بعد عورت کے حقوق و عزت کی اہمیت اور خاص طور پر عدت کے دوران شوہر کے ساتھ حسن سلوک کی ضرورت اور اس کی تکالیف سے بچنے کی اہمیت پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ مولانا اسلم شیخوپوریؒ کی تفسیر میں رجعی طلاق کے بعد شوہر کے اختیارات کو واضح کیا گیا ہے۔ ان کے مطابق، اگر شوہر عدت کے دوران رجوع کرتا ہے، تو اسے گواہ بنانا اور عورت کو تکلیف نہ دینا ضروری ہے۔ مزید یہ کہ طلاق کے بعد اگر عورت عدت مکمل کر لیتی ہے، تو اسے دوبارہ نکاح کا حق حاصل ہے، اور اس میں ولی کی مداخلت جائز نہیں۔

نتائج تحقیق

اس تحقیقی مطالعے سے درج ذیل اہم نتائج سامنے آتے ہیں:

- پیر کرم شاہ الازہریؒ اور مولانا اسلم شیخوپوریؒ دونوں سورۃ البقرہ میں طلاق کے احکام کو اصلاحِ خاندان اور تحفظِ معاشرہ کے تناظر میں بیان کرتے ہیں، نہ کہ محض قانونی مسئلہ کے طور پر۔
- دونوں مفسرین کے نزدیک طلاق ایک ناپسندیدہ مگر ناگزیر حل ہے، جسے آخری چارۂ کار کے طور پر اختیار کیا جانا چاہیے، اور اس میں شریعت کی مقرر کردہ حدود کی سختی سے پابندی ضروری ہے۔
- خلع کے معاملے میں دونوں حضرات اس کے جواز پر متفق ہیں، تاہم پیر کرم شاہ الازہریؒ خلع کو عدالتی و سماجی نظم کے ساتھ مربوط کرتے ہیں، جبکہ مولانا اسلم شیخوپوریؒ اس کے فقہی پہلو اور عملی سہولت کو زیادہ نمایاں کرتے ہیں۔
- پیر کرم شاہ الازہریؒ کا فقہی رجحان مقاصدِ شریعت، اعتدال اور امت کے اجتماعی مفاد کو زیادہ اہمیت دیتا ہے، جب کہ مولانا اسلم شیخوپوریؒ کا اندازِ فقہ حنفی کی نصوصی بنیادوں پر زیادہ مضبوطی سے قائم نظر آتا ہے۔
- دونوں مفسرین کے ہاں عورت کے حقوق، بالخصوص خلع کے حق، کو اسلامی شریعت کا مسلمہ اور محفوظ حق تسلیم کیا گیا ہے، جو اسلامی قانون کے عدل و رحمت پر مبنی ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

سفارشات

اس تحقیقی مقالے کی روشنی میں درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

- عصری مسلم معاشروں میں طلاق اور خلع سے متعلق قوانین کی تشکیل میں سورۃ البقرہ کی آیات اور ان جیسے معتدل فقہی تفسیری رجحانات کو بنیاد بنایا جانا چاہیے۔
- پیر کرم شاہ الازہریؒ اور مولانا اسلم شیخوپوریؒ جیسے مفسرین کے افکار کو نکاح و طلاق سے متعلق قانونی، تعلیمی اور عدالتی نظام میں شامل کیا جانا چاہیے۔
- خلع کے معاملے میں عورتوں کو درپیش سماجی رکاوٹوں کے ازالے کے لیے فقہی تعلیم اور عوامی آگاہی کو فروغ دیا جائے۔
- مدارس، جامعات اور دینی اداروں میں خاندانی فقہ کو صرف نظری نہیں بلکہ عملی اور سماجی تناظر میں پڑھایا جائے۔
- آئندہ تحقیق میں سورۃ البقرہ کے علاوہ دیگر قرآنی سورتوں اور احادیث کے ساتھ ان مفسرین کے فقہی رجحانات کا تقابلی مطالعہ بھی کیا جائے۔

حوالہ جات

[1]۔ سورۃ البقرۃ:۲۲۹۔

[2]۔ سورۃ البقرۃ:۲۳۰۔

[3]۔ الازہری، پیر کرم شاہؒ، ضیاء القرآن، ج:۱، ص:۱۵۶، لاہور: مکتبۃ ضیاء القرآن پبلشنگز، ۱۹۹۵ء۔

[4]۔ ضیاء القرآن، ج:۱، ص:۱۵۷۔

[5]۔ تفسیر ضیاء القرآن: ج:۱، ص:۱۵۸، ۱۵۹۔

[6]۔ قال جمہور منهم ائمه المذاهب الا ربعة: يقع به طلقات، مع الكراهة عند الحنفية و المالكية، وقال الشيعة الا مامية: لا يقع به شئ۔ وقال الزيدية وابن تيمية و ابن القيم: يقع به واحدة، ولا تاثير للفظ فيه (التفسير المنير جزء ۱۴۲/۲)

[7]۔ سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب ما للرجل من مال زوجته، حدیث نمبر 2055

[8]۔ العقد فهم من زوجا و الجماع من تنكح (روح المعانی، ج:۲/۲۱۲)

[9]۔ قاضی ثناء الله پانی پتی، تفسیر مظهری: ۵۱۰/۱ (بیروت: دارالکتب العلمیه، بدون سن اشاعت)

[10]۔ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی اردو، الریاض: مکتبۃ دارالسلام، ۲۰۲۲ء، حدیث: 1120

[11]۔ شیخوپوریؒ، مولانا محمد اسلم، تسہیل البیان فی تفسیر القرآن، ج:۱، ص:۲۷۷، ۲۷۶، ۲۷۵، کراچی: مکتبۃ حلیمیہ سائٹ ۲۰۰۳ء

[12]۔ سورۃ البقرۃ:۲۳۶۔

[13]۔ سورۃ البقرۃ:۲۳۷۔

[14]۔ پیر کرم شاہؒ، تفسیر ضیاء القرآن، ج:۱، ص:۱۶۴۔

[15]۔ معناه اعطوهن شياً يكون متاعا لهن (القرطبی، محمد بن احمد الانصاری، ۲۰۰/۳ (بیروت: اداره احیاءالتراث العربی، ۱۹۸۵ء۔)

[16]۔ امام ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص، احکام القرآن ۲۱۸/۱ (بیروت: دارالکتب العلمیہ، بدون سن اشاعت)۔

[17]۔ اسلم شیخوپوریؒ، تسہیل البیان، ج:۱، ص:۲۸۸۔

[18]۔ سورۃ البقرۃ:۲۳۱

[19]۔ سورۃ البقرۃ:۲۳۲

[20]۔ تفسیر ضیاء القرآن، ج:۱، ص:۱۶۰، ۱۵۹۔

[21] ۔ اسلم شیخوپوریؒ، تسہیل البیان فی تفسیر القرآن،ج:۱،ص:۲۷۹۔

[22] ۔ بالمعروف۔اسم لکل فعل یعرف بالعقل او الشرح حسنة(مفردات/۳۳۱)

[23] ۔ بخاری، محمد اسماعیل، الجامع الصحیح اردو، ۲/۶۴۹...، مکتبہ: دارالسلام، ۲۰۲۱ء، (ترمذی، ۲/۱۲۲)

[24] ۔ اسلم شیخوپوریؒ، تسہیل البیان،ج:۱،ص:۲۸۰۔

[25] ۔ جامع ترمذی ۱/۱۴۲۔

[26] ۔ اسلم شیخوپوریؒ، تسہیل البیان فی تفسیر القرآن،ج:۱،ص:۲۸۱۔

[27] ۔ وقد دلت هذه الا ية من وجوه على جواز النكاح اذا عقدت على نفسها بغير ولى ولا اذن وليها، احدها اضافة العقد اليها من غير شرط اذن الولى(جصاص،احمد بن علی الرازی،احکام القرآن، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۵ء(۱/۴۰۰)

[28] ۔ اسلم شیخوپوریؒ، تسہیل البیان،ج:۱،ص:۲۸۲۔

مصادر و مراجع

1. القرآن الکریم
2. الازہری، پیر کرم شاہ، ضیاء القرآن، لاہور: ضیاء القرآن پبلشنگز، ۱۹۹۵ء۔
3. ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، قاہرہ: دار الریان للتراث، ۱۹۸۶ء۔
4. ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، بیروت: دار صادر، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔
5. الحنفی، ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص، احکام القرآن، لاہور: مکتبۃ رحمانیہ، ۱۹۹۹ء۔
6. آلوسی، محمود بن عبد اللہ، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع الثانی، بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۹۸۵ء۔
7. بخاری، محمد اسماعیل، الجامع الصحیح اردو، مکتبہ دارالسلام، ۲۰۲۱ء۔
8. ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی اردو، الریاض: مکتبۃ دارالسلام، ۲۰۲۲ء۔
9. جصاص، احمد بن علی الرازی، احکام القرآن، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء۔
10. شیخوپوری، مولانا محمد اسلم، تسہیلُ البیان فی تفسیرِ القرآن۔ کراچی: مکتبہ حلیمیہ سائٹ کراچی، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء۔

11. شیخوپوری، مولانا محمد اسلم، خلاصۃ القرآن، کراچی: مکتبہ بیت السلام،
12. شیخوپوری، مولانا محمد اسلم، تسہیل البیان فی تفسیر القرآن، کراچی: المنحل، ۱۴۲۴ھ، ۲۰۰۳ء۔
13. وہبہ الزحیلی، التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعہ والمنہج، (دمشق: دارالفکر، ۱۹۹۹۱ء) ۱۴۲۔
14. محمود بن عبداللہ الآلوسی۔ روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم و السبع المثانی، (بیروت: دارالحیاء التراث العربی، بدون سنہ) ۲۱۲۔
15. قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ۔ ۲۰۰۴ء) ۵۱۰۔
16. محمد بن عیسیٰ الترمذی، الجامع الکبیر (سنن الترمذی)، (ریاض: دارالسلام ۱۹۹۹ء)
17. محمد بن احمد الانصاری القرطبی، الجامع الاحکام القرآن، (قاہرہ: دارالکتب المصریۃ، ۱۹۶۴ء)